ابنِ صفی نے اپنے لاکھوں قارئین کو برسوں صحت مند تفریح مہیا کی ہے

افضال احمد

مرحوم ابنِ صفی غالباً برصغیر کے مقبول ترین ناول نگار تھے چونکہ ان کے ناول جاسوسی ہوا کرتے تھے اور جاسوسی تحریروں کو آج تک کہیں سنجیدہ ادب کا حصہ نہیں سمجھا جاتا۔ اس لئے ہم بھی مرحوم کی ادبی حیثیت پر محاکمہ نہیں کریں گے لیکن جیسا کہ کئی بار خود انہوں نے ہی خیال ظاہر کیا کہ یہ کیا کم ہے کہ لاکھوں پڑھنے والوں کو انہوں نے صحت مند تفریح مہیا کی۔ اور ایک دو بار نہیں سالہا سال تک۔

ہم ان کی اس خود شناسی رائے سے اتفاق کرتے ہیں کہ ان کی فراہم کردہ تفریح بشاشت آگیں اور غم سوز ہونے کے ساتھ ساتھ صحت مند بھی ہیں

ایک طرف تو یہ ملاحظہ فرمایئے کہ گو ان کے ناولوں میں خوبصورت عورتوں کی بھی کمی نہیں لیکن ناولوں کے جملہ ہیرو چاہے وہ فریدی ہوں۔ حمید کہ عمران جتنی بے راہ روی سے کوسوں دور ہیں۔ اب آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ایک پڑھنے والا خصوصاً کچی عمر کا پڑھنے والا عموماً اپنے آپ کو ناول کے مرکزی کرداروں سے وابستہ کر لیتا ہے اور غیر شعوری طور پر ان کے روپ میں اپنے آپ کو دیکھنا چاہتا ہے۔ ان کے دکھ سکھ اسکے اپنے ہوتے ہیں۔ ان کے مسائل اور ان کی کامرانیاں بھی پھر اس کی اپنی ہی ہوتی ہے۔ اس لئے یہاں سے وہاں تک پھیلی ہوئی فحش نگاری کے اس دور میں لوگوں کو چند نیکوکاروں سے وابستہ کر دینا ابنِ صفی کی وہ صحت مندانہ خدمت ہے۔ جس کی جزا ثواب آخرت بھی ہو سکتی ہے۔

فریدی تو خیر ایسا عجوبہ روزگار مرد ہے کہ یقول حمید اس کے مرد ہونے پر شبہ کرنے کو جی چاہتا ہے۔ مگر [illegible] ان کے لئے خوب صورت ہے۔ اور ہر خوب صورت عورت پر فوراً سے پیشتر عاشق ہو جانا اپنا پہلا اور اضافی فرض جانتے ہیں۔ یہ وہ کیفیت ہے جو عموماً ابنِ صفی کے لاکھوں نوجوان قارئین کی ہوتی ہے۔ مگر دوسری طرف یہ بھی ہے کہ دراصل حمید صاحب حیادار بھی ہیں۔ ان کی ساری عشق عاشقی طرف زبانی جمع خرچ ہے۔ حد شرعی تو دور کی بات ہے یہ تو کبھی حد ظرافت سے بھی تجاوز کرتے نظر نہیں آتے۔ اب جو کچھ مزاج ان کی رنگین مزاجی کے سبب ان کو اپنا آدرش بنا بیٹھے وہ پھر انہیں کی طرح رند پاکباز بھی نظر آئیں گے۔

اب رہا عمران تو وہ کہہ سن کر علو لوگوں کے نام سے لوزہ بہ اندام رہتا ہے۔ پھر یہ کسی طرح کا قطرہ حرام بھی حلق سے اتارنے کو تیار نہیں۔

عمران کے ساتھیوں میں بھی کوئی کج روی نظر نہیں آتی۔

اس سلسلے میں کسی کا یہ قول بھی یاد رکھئے کہ شرافت اس میں نہیں کہ آپ کو جنس مخالف کا خیال ہی نہ آئے۔ اس طرح کے جنسی خیال کا نہ آنا تو کسی مرض کی دلیل ہے شرافت اس میں ہے اسی نیک خیال کی آپ کسی کو ہوا بھی نہ لگنے دیں۔ اپنے آپ کو بھی نہیں۔

غالباً یہ اصول اسلام کے اس اصول سے وضع کیا گیا ہے کہ کراماً کاتبین آپ کے صرف برے اعمال کو آپ کے نامہ اعمال میں لکھتے ہیں۔ آپ کے برے خیالات کو نہیں۔ اور نیک اعمال کی طرح نیک خیالات کا بھی ثواب ملتا ہے

غور کریں تو آپ کو ابنِ صفی کے تمام کرداروں میں ایک خاص بات اور نظر آئے گی۔ اور وہ یہ کہ ان میں سے غالباً سب کے سب عام قامت انسانی سے ذرا بڑھ کر ہی ہیں۔ ذہین ہیں تو ایسے کہ روئے زمین پر ان کا جواب نہیں ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ ایک قیامت ہے۔ ایک فتنہ وہ عمران و حمید ہوں کہ فریدی ولیونارڈ سنگ ہی ہو کہ تھریسیا بمبل بی۔ یہ سب ذہانت میں عام انسانوں سے سوا ہے ہیں۔

اور اب اگر نیک ہیں تو پھر یہ فریدی حمید و عمران ہیں برے ہیں تو وہ بھی نہایت بلند قامت ہیں۔ سنگ ہی اور تھریسیا بمبل اس شیطانی مخلوق کی علامتیں ہیں۔ یہ کھٹکتے ہیں مگر کو گوبر میں لیٹے ہوئے ہیں۔ نہایت سنہری پروں والے ہیں۔ ان دو اقسام کے دیو قامت لوگوں کے درمیان چراغ مصطفوی اور شرار بولہبی کی ازلی آویزش جاری رہتی ہے

ان سے پہلے بھی جاسوسی ناول نگار تھے ان کے بعد بھی آئے مگر ان کا سا استقبال کسی کا نہیں ہوا

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابنِ صفی نے یہ نکتہ کلاسیکی تھیٹر سے لیا۔ یونانی کلاسیکی کھیلوں میں کردار اگر دیومالائی نہیں بھی ہوتے تھے تو بھی دیوقامت ضرور رکھے جاتے تھے تاکہ ناظرین پر بھرپور تاثر چھوڑ سکیں۔ ان کے کارنامے بھی عظیم دکھائے جاتے تھے۔ اور ان کے گناہ بھی عظیم ہوتے تھے۔ پھر اسی لئے ان کے عذاب بھی عظیم ہوا کرتے تھے

اس کے علاوہ قدیم سنسکرت ناٹک کا بھی ایک اٹل اصول تھا کہ ناٹک اور ناٹکہ کم سے کم ضرور عام انسانی قد سے ضرور طویل تر ہوں۔ تاکہ ایک طرف تو وہ پنڈال میں پیچھے کھڑے ہوؤں کو بھی نظر آسکیں اور پھر ان عظیم کرداروں کی بھرپور اور کھنکتی ہوئی نمائندگی بھی کما حقہ کر سکیں۔

یہ کردار بلند آہنگ اور بلند آواز بھی ہوتے تھے کچھ یہی خوبیاں ہم کو ابنِ صفی کے کرداروں میں نظر آتی ہیں۔ یہ کردار عام انسانوں سے ملتے جلتے ہوئے کے باوجود عام انسانوں کے مقابلے زیادہ بلند و بالا و بلند آہنگ ہیں۔

اصل میں ابنِ صفی اپنے جی میں ایک خواب دیکھنے والے آدرش وادی تھے۔ اسی ان کے کردار مثال کم اور مثالیے زیادہ ہیں۔ غالباً ان کرداروں میں خود ان کی ذاتی تمناؤں، غیر شعوری آرزوؤں کو بھی دخل ہے۔ ایک طرف ان کا بلانوش مگر عام طور سے سدا حاضر دماغ جوزف ہیں۔ یہ بھی ایک مثالیہ ہے اگر ریاض حیدرآبادی ایک ایسے رند مست حزام تھے کہ نہ پئیں اور جھومتے جائیں تو جوزف عشق و وفا کا وہ پہاڑ ہے کہ پیئے اور کبھی نہ جھومے۔

غالباً یہ کردار ابنِ صفی نے ہماری پرانی کہانیوں میں پائے جانے والے کسی انگوٹھی یا چراغ کے جن اور الف لیلوی بغداد کے کسی زنگی غلام کو ملا جلا کر بنا لیا تھا۔ جوزف بھی سیاہ فام ہے۔ اور جوزف عمران کا غلام بھی ہے۔ مرزا حزیں نہیں تو قطعی زرخریدوں جیسا۔ وفادار

مگر نہایت جناتی خاصیتوں والا۔ اور کارکذار۔

ابنِ صفی پر ہمارے الف لیلوی ادب کی اور بھی گہری چھاپ ہے۔ عجیب طلسمات پیدا کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ طلسمات بیسویں صدی کے ہیں تو ان پر سائنس فکشن ہونے کا تو ہوکا ہوتا سان کا زیرو لینڈ ڈالا۔ مریخ اس کی ایک عمدہ مثال ہے۔

خود علی عمران کو لے لیجئے، حرکات و عادات چالاکی اور استادی ہی میں نہیں، نام میں بھی داستانِ امیر حمزہ کے عمرو عیار کی یاد دلاتا ہے۔ ویسے بھی لوگ کہتے ہیں کہ آج کا ناولی جاسوس داستانی عیار ہی کا جدید اڈیشن ہے

عمرو عیار ہی کی طرح عمران بھی ہر لمحہ جاگتی اور ہنستی ہنساتی ذہانت ہے اور اسی کی طرح اس کے پاس بھی سامان امدادی کی کوئی کمی نہیں بلکہ وہ عیار تو ایک زنبیل کا بھی محتاج تھا۔ یہاں یہ عالم ہے دشمن کی جیب سے بھی اس کے کام کی چیز نکل آتی ہے اور سامنا پڑا پتھر بھی اس کا ایک جادو ہے۔ خود ابنِ صفی نے اپنے بعض ناولوں کے بعض کرداروں سے اس خیال کا اظہار کروایا ہے۔

ویسے ان کے کرداروں میں جو کردار سب سے کم انسان اور زیادہ سے زیادہ روبوٹ ہے یعنی فریدی اس کے لباس البتہ شاید عمرو عیار کی زنبیل ہے کہ جس میں سے وہ ناول کے آخر میں بغیر کسی جی لگتی تمہید کے مجرم نکال کر میز پر رکھ دیتا ہے۔

ابنِ صفی کے تمام ناولوں میں چند باتیں بطور موجِ تہہ نشین، روحِ رواں نظر آتی ہیں۔ ان میں سب سے پہلی تو ان کے عمدہ کرداروں کے رویئے میں ملتی ہے یعنی انسان کو کسی حال میں گھبرانا اور شکست خوردہ نہیں ہونا چاہیئے۔ محنت ذہانت اور استقامت سے لگے رہنا چاہیئے، اللہ ضرور مدد کرے گا۔ ان کا یہ پیغام ان کے پڑھنے والوں، بالخصوص نوجوانوں میں۔ ایک ضروری جواں ہمتی پیدا کرتا ہے۔ فی زمانہ یہ بڑا احسان ہے۔

دوسری بات جو ابنِ صفی کے ہاں ہے وہ ان کا جذبہ حبِ وطن وہ اپنے پڑھنے والوں کو نہ صرف وطن کے تحفظ کی ضرورت کا احساس دلاتے ہیں بلکہ اس سلسلے میں ان خطرات کی طرف بھی اشارہ کرتے چلتے ہیں جو ملک کو لاحق ہیں۔ یہ نہایت سرمایہ دار، بدعنوان بڑے حکام۔ بدنیت۔ اسمگلر اور بیدار اور غیر ملکی جاسوس۔ ان کے بعض جاسوسوں کے نام مثلاً رابرٹ وغیرہ سے ان کی سامراجی قومیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ ان کے ناول پڑھ کر نہ صرف حبِ وطن میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ سامراجی طاقتوں کی بھی نشان دہی ہو جاتی ہے اور اس طرح پڑھنے والے کے سیاسی اور بین الاقوامی شعور بڑھتا ہے۔

ان کے ایک حالیہ ناول میں عمران نے ایک بڑی طاقت سے ایٹمی ری ایکٹر کی مخالفت بند کرا دینے کی تمنا کی تھی کم و بیش طاقت کے بل پر۔

ابنِ صفی اردو زبان میں بلکہ برصغیر کی کسی بھی زبان میں وہ پہلے مصنف یا ناول نگار ہیں کہ عوامی سطح پر مقبول عام ہوئے۔ یہ بات پہلے صرف امریکہ میں دیکھی گئی تھی۔ یہ روایت انہیں کے دم سے پیدا ہوئی۔

مگر سوال یہ ہے کہ آخر ابنِ صفی میں وہ کون سی بات تھی کہ وہ یک لخت اتنے مقبول ہو گئے۔

ان سے پہلے بھی جاسوسی ناول نگار تھے۔ ان کے بعد بھی آئے۔ مگر ان کا سا استقبال کسی کا نہ ہو۔

تو غالباً اس میں ان کی جاسوسی سے زیادہ ان کے طرزِ تحریر کو دخل تھا۔ چاشنی والی اور اچھی خاصی زبان مگر بے رواں اور عام فہم۔ پھر اس میں لفاظی اور حاشیہ آرائی کم۔ رفتارِ واقعات اور ارتقائے قصہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا۔ پھر کردار ایسے پیارے کہ جی چاہے کہ کاش یہ ہم ہوں۔ جوان، سنجیلے اور خوب صورت۔ پھر ہر قدم کامیاب۔ ہر نفس کامگار۔

اس کے علاوہ ہم میں سے عام لوگوں نے کاہے کو اونچی قسم کے شبینہ طعام گاہیں دیکھی تھیں۔ چنانچہ جب ہم حمید یا عمران کے ساتھ کسی ٹپ ٹاپ نائٹ کلب یا کیفے میں خود بھی چلے جاتے ہیں تو ابنِ صفی کے بہت ممنون ہوتے ہیں۔

پھر ناموں کی ندرت بھی دیکھئے ٹپ ٹاپ نائٹ کلب آرلیکچر۔ شکنجل۔ تارِ جام۔ ابنِ صفی کی بنائی دنیا ہماری دنیا سے اتنی ملتی ہے کہ مارے اجنبیت کے ہمارا دم نہیں گھٹتا ہے۔ مگر اتنی انوکھی بھی ہیں کہ ہم جب وہاں جا پہنچتے ہیں تو اپنے شہر اور قصبے کی دھول۔ شور اور بھاگ دوڑ سے ایک پناہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں ہر لمحے منظر بدلتا بھی رہتا ہے

ابنِ صفی کی آرزو نگاہی کی انتہا وہ زیرو لینڈ ہے جو امیر حمزہ کی داستان کے طلسمات سے کسی طور پر کم نہیں۔ وہی اس کی جادو منظری اور وہی اس کی نایابی

مگر ابنِ صفی یہ بھی جانتے تھے کہ یہ تمناؤں کا زیرو لینڈ بھی اہلِ ہوس ہی تمنا ہے جس کے جلوے دیکھا دیکھا کر خلقِ خدا کو در غلایا جا رہا ہے۔